خصوصی اشاعت

علامہ محمد اقبال
اور
مرزا غلام احمد قادیانی

مصنفہ

مجددِ عصر حضرت

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی اعزازِ فضیلت)

ادارہ مظہرِ اسلام ۔ لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۲۲

بیاد

شیخ الاسلام مفتی اعظم **شاہ محمد مظہر اللہ** علیہ الرحمہ

شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتحپوری، دہلی

بفیضان نظر

سعادت لوح و قلم مجدد عصر حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ

نام کتاب ـــــــ علامہ اقبال اور مرزا غلام احمد قادیانی

مصنف ـــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم۔اے، پی ایچ ڈی)

صفحات ـــــــ 16

اشاعت اول ـــــــ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ / اپریل ۲۰۰۰ء

اشاعت دوم ـــــــ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ / مئی ۲۰۰۵ء

اشاعت سوم ـــــــ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ نومبر ۲۰۱۷ء

کمپوزنگ ـــــــ الحجاز کمپوزر اسلام پورہ لاہور 7154080#

پروف ریڈنگ ـــــــ محمد عبدالستار طاہر

مطبع ـــــــ شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت ـــــــ 10 روپے

شائقین مطالعہ -/10 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں

رابطہ

ادارہ مظہرِ اسلام ○ لاہور

۳/۶۴، نئی آبادی مجاہد آباد، مغلپورہ لاہور، پوسٹ کوڈ ۵۴۸۴۰

موبائل 0300-8103755

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم نبوت ــــــ ایک تاثر

قانونِ الٰہی ہے کہ بلا ضرورت کوئی چیز نہیں بھیجی جاتی، جس کی ضرورت ہوتی ہے بھیجی جاتی ہے۔ نوعِ انسانی کو ہدایت کیلئے جب رسولوں اور نبیوں کی ضرورت ہوئی، بھیجے گئے اور پچھلے رسولوں اور نبیوں کے احوال و اقوال و اعمال اوجھل کر دیئے گئے کہ وہ اسی دور کیلئے تھے۔ جب زمانے کو محمد رسول اللہ ﷺ کی ضرورت ہوئی، بھیج دیئے گئے ــــــ آپ کے احوال و اقوال و اعمال کو زندہ رکھا گیا کہ ان میں زندگی تھی اور زندگی ہے، وہ سارے زمانے کیلئے کافی تھے اور کافی ہیں ــــــ یہ زندہ رکھنا خود بتا رہا ہے کہ اب کوئی آنے والا نہیں آئے گا ــــــ عقل کے اطمینان کیلئے یہ بات کافی ہے اور دل کو بھی اس سے چین آ جاتا ہے ــــــ

حضور ﷺ کا آنا سب نبیوں اور رسولوں کے علم میں تھا اور ان کے ذریعہ ان کے امتیوں کو علم ہوا ــــــ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا سب نبیوں اور رسولوں کے علم میں تھا اور ان کے ذریعہ ان کے امتیوں کو علم ہوا، آپ کے آنے سے پہلے آپ کا اتنا چرچا ہوا کہ آپ سب کیلئے جانے پہچانے ہوگئے، قرآن حکیم اس کی تصدیق کرتا ہے، کسی نبی کو کسی نے اس طرح نہ جانا، پہچانا، کسی کیلئے تعارف کا یہ اہتمام نہ ہوا، کچھ تو ہے جو یہ اہتمام کیا گیا۔

حضور ﷺ کی سیرت پاک محفوظ کر دی گئی، اِک اِک ادا محفوظ کر دی گئی۔ یہ سیرت پاک دن بدن اوجھل نہیں، روشن ہوتی چلی جاتی ہے، زمانے کے ساتھ ساتھ اس کے سربستہ راز کھلتے چلے جاتے ہیں، اور چمکتی چلی جاتی ہے، حیرت بڑھتی چلی جاتی ہے ــــــ

آپ ﷺ کی سیرت پاک جس طرح پہلے مؤثر تھی آج بھی اسی طرح مؤثر ہے،

محمد مسعود احمد

ہم عقل سے کام نہ لیں تو ہمارا قصور ہے۔ کسی کی ضرورت جب ہوتی ہے جب کوئی نہیں ہوتا، حضور ﷺ ہمارے سامنے نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے سامنے موجود ہیں، اپنے احوال سے، اپنے اقوال سے، اپنے اعمال سے ___ پھر کسی کی کیا ضرورت؟ ___ قرآن کی صورت میں ہم سیرت مصطفیٰ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے گتھیاں سلجھا دیں، گرہیں کھول دیں، زمانے کو سمیٹ کر رکھ دیا اور ہمیشہ کیلئے وہ روشنی عطا فرمائی جس کے پیچھے اندھیرا نہیں ___ اگر کسی کا آنا ممکن ہوتا تو ہمیں یہ روشنی نہیں ملتی کیونکہ آنے والے اندھیروں میں آتے ہیں ___ کسی کے آنے کا جواز یہ ہے کہ کوئی نہیں رہا، جب سب کچھ موجود ہے، کوئی چیز نہ مٹی اور نہ چھپی بلکہ جو ماضی میں سمجھ میں نہ آتا تھا، اب سمجھ میں آنے لگا اور جواب سمجھ میں نہیں آتا وہ مستقبل میں سمجھ میں آنے لگے گا، تو پھر کسی کی کیا ضرورت رہ گئی؟ ___ پچھلے نبیوں اور رسولوں کے نام ہی نام رہ گئے، نہ سیرت، نہ اقوال، نہ اعمال، جو ہیں وہ شک سے خالی نہیں، لیکن یہاں یقین ہی یقین ہے ___ شک ہوتا تو پھر یقین کی طرف سفر کرتے۔ بیشک وہ آنے والا جانے کیلئے نہیں، آنے ہی کیلئے آیا تھا ___

سچا مذہب لینے دینے سے نہیں پھیلتا، سچائی کو پھیلانے کیلئے لینے دینے کی ضرورت نہیں، وہ خود بخود پھیلتی چلی جاتی ہے۔ ہاں جھوٹے مذہب کو جھوٹے سہاروں کی ضرورت ہے۔ زر کی ضرورت ہے، زن کی ضرورت ہے، زمین کی ضرورت ہے، یہی اس کی پہچان ہے ___ ہر اسلام دشمن اس کا دوست ہوتا ہے۔ جھوٹے مذہب اور جھوٹی تحریکیں عالمی سیاست کی ضرورت ہیں۔ وہ نئے نئے حربے تلاش کرتی رہتی ہے اور نئے نئے کعبے بناتی رہتی ہے ___ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے کہ ہم ہوش سے کام لیں، عقل ہوتے ہوئے دیوانے نہ بن جائیں اور اپنی دولت خود اپنے ہاتھوں سے نہ لٹا بیٹھیں۔ وما علینا الا البلاغ

۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ — احقر: محمد مسعود احمد

۷/ اکتوبر ۱۹۹۹ء — نزیل لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

پائندہ ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کو یہ زندگی نہ ملی۔ قرآن کریم کا یہ اہتمامِ حفاظت خود آنحضرت ﷺ کی خاتمیت پر حجتِ قاطع ہے۔ ایسی جامع سیرت کے بعد کسی سیرت کی ضرورت نہیں اور ایسی سچی کتاب کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ نفوسِ قدسیہ اور کتب دینیہ دل لگانے کے قابل ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مستفیض ہیں۔

(۲)

ڈاکٹر اقبالؔ نے اپنے متعدد بیانات میں فرقہ احمدیہ کے خلاف اظہار خیال فرمایا ہے۔ بعض بیانات میں انہوں نے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ فرقۂ احمدیہ کے خلاف کارروائی کرے اور ان کو غیر مسلم قرار دے۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء میں احمدیوں کے خلاف اقبالؔ کا ایک بیان شائع ہوا جو بعد میں

Islam and Qadianism ''اسلام اور قادیانیت''

کے عنوان سے کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا۔ غالباً اسی کتابچہ کے جواب میں احمدیوں کے لاہوری گروپ کے قائد محمد علی نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ اس کا عنوان تھا:۔

Sir Muhammad Iqbal's Statement Regarding the Qadiani

''قادیانیوں کے متعلق سر محمد اقبالؔ کا بیان''

یہ کتابچہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔

۱۹۳۵ء میں اخبار اسٹیٹسمین میں بھی احمدیوں کے متعلق اقبالؔ اور نہرو کے درمیان خط و کتابت شائع ہوئی۔ اسی زمانے میں کلکتہ کے ''ماڈرن ریویو'' میں نہرو کے تین مضامین شائع ہوئے۔ ان مضامین کا ردِ عمل یہ ہوا کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے اقبالؔ سے بعض سوالات کئے اور بعض باتوں کی وضاحت چاہی۔ چنانچہ اقبالؔ نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا۔ جس کا عنوان تھا:

Islam and Ahmadism ''اسلام اور احمدیت''

اس مضمون کو تین حصوں پر تقسیم کیا:

- ـــــ پہلے دو حصوں میں فرقہ احمدیہ اور اس کے پیروؤں کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور
- ـــــ تیسرے حصے میں جواہر لال نہرو کے بیان کا تجزیہ کیا ہے۔

اقبالؔ کا یہ مضمون جناب خواجہ عبدالوحید صاحب[1] (مقیم کراچی) نے ٹائپ کیا تھا۔ جب اقبالؔ کے سامنے یہ ٹائپ شدہ مسودہ پیش کیا تو انہوں نے خواجہ صاحب کے قلم سے ہر صفحہ پر کانٹ چھانٹ کی۔ پھر آخر میں انجمن خدام الدین، لاہور کو طباعت کی تحریری اجازت دیتے ہوئے مع سنہ و تاریخ اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ یہ مسودہ عرصۂ دراز تک خواجہ عبدالوحید کے پاس محفوظ رہا اور اب قومی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہے۔

بیس پچیس سال بعد رسالہ ''الفضل'' (ربوہ) میں دعویٰ کیا گیا کہ اقبال کا مضمون ''اسلام اور احمدیت'' جعلی ہے۔ اس کے جواب میں خواجہ صاحب ممدوح نے اپنے انگریزی اخبار ''الاسلام''، کراچی میں حقائق واضح کیے، اور مسودے کے آخری صفحہ کا عکس بھی دیا جس

(۱) لاہور کے ایک محلّہ (اندرون بھاٹی گیٹ) میں ''طلّی لاج'' کے نام سے ایک مکان تھا جو خواجہ کریم بخش (والد بزرگوار خواجہ عبدالوحید) اور ان کے دو بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھا۔ اس مکان میں اہل علم کی محفل جما کرتی تھی۔ ۱۹۰۸ء میں ڈاکٹر اقبالؔ بھی ان محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حکیم احمد شجاع نے لکھا ہے کہ خواجہ کریم بخش اور ان کے دو بھائیوں امیر بخش و رحیم بخش کو جب تک اقبالؔ اپنا کلام نہیں سنالیا کرتے تھے مجلس میں نہیں پڑھتے تھے۔ یہ بزرگ بڑے سخن سنج و سخن شناس تھے۔ اس مکان میں آمد و رفت کا یہ سلسلہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۸ء تک دس سال رہا۔ اس طویل عرصہ میں خواجہ عبدالوحید کو اقبالؔ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اس لئے ان کی شخصیت اقبالیات کے سلسلے میں اہمیت کی حامل ہے ـــــ مسعود

(اقبال ریویو، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۶۹ء، میری ذاتی ڈائری، از خواجہ عبدالوحید، ص ۴۵، ۴۶، ماہنامہ نقوش، لاہور ۱۹۶۶ء، ''لاہور کا چیلسی'' از حکیم احمد شجاع، ص ۲۹)

پر اقبالؔ کے دستخط موجود ہیں۔

ڈاکٹر اقبالؔ کا یہ معرکۃ الآراء مضمون انجمن خدام الدین، لاہور کے جریدے ''اسلام''[۱] کے ایک خصوصی شمارے (۲۶؍شوال ۱۳۵۴ھ/۲۲؍جنوری ۱۹۳۶ء، جلد اوّل، شمارہ نمبر ۱۶) میں خواجہ عبدالوحید مدیر ''الاسلام'' نے ڈاکٹر اقبالؔ کی خصوصی اجازت حاصل کر کے شائع کرا دیا۔ حسن اتفاق سے ہم کو جریدہ ''الاسلام'' کا یہ خصوصی شمارہ جو اَب نایاب ہے، خواجہ عبدالوحید کی عنایت سے مل گیا ہے۔ اسکے علاوہ موصوف نے بعض اور چیزیں بھی عنایت کی ہیں جن کیلئے ہم ان کے تہ دل سے ممنون ہیں۔

پیش نظر مضمون ڈاکٹر اقبالؔ کے اسی انگریزی مضمون کے پہلے دو حصوں کے مندرجات سے مضامین اخذ کر کے اردو میں مرتب کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی صفحات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اردو ترجمہ کی وجہ سے عبارت میں روانی نہیں جس کیلئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

(۳)

مقالۂ اقبالؔ ''اسلام اور احمدیت'' کے مباحث

1 اسلام میں تصورِ ختم نبوت بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس کی تمدنی حیثیت پر میں نے کسی مقام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس تصور کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان کے آگے روحانی طور پر سرِ تسلیم خم نہ کرنا۔'' (ص ۱۴)

2 اسلام مکمل دین ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان پر وحی نازل نہیں ہوگی

(۱) انجمن خدام الدین، لاہور کا یہ ترجمان، ۷؍جون ۱۹۳۴ء کو جاری ہوا اور مارچ ۱۹۴۰ء کو بند ہو گیا (اقبال ریویو، کراچی شمارہ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۴۸)

جس سے انکار، الحاد و زندقہ سمجھا جائے۔ جو شخص اس قسم کی وحی کا دعویٰ کرے وہ اسلام کا باغی اور غدار ہے۔ چونکہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فرقہ احمدیہ کے بانی پر اس قسم کی وحی نازل ہوتی تھی، اس لئے یہ لوگ ان کی دعوت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے پورے عالم اسلام کو کافر و زندیق سمجھتے ہیں۔[1] ان حالات میں اگر ہندوستان کے مسلمان قادیانی تحریک کو اسلام کی

---

(۱) محمد علی لاہوری کے جوابی بیان کا خلاصہ یہ ہے:

''سر محمد اقبال کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بیس سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا کہ ہم لوگ مسئلۂ ختم نبوت کی تنکیر اور اس سے پیدا ہونے والی صورت حال کی وجہ سے قادیانیوں کے ساتھ آمادۂ پیکار ہیں —— مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ ۱۹۰۴ء میں میاں سر فضل حسین اور سر محمد اقبال سے ملاقات کے وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے واضح الفاظ میں یہ کہا تھا کہ ''وہ ان مسلمانوں کو کافر نہیں سمجھتے جو ان پر ایمان نہیں لائے۔'' مرزا صاحب کی تحریروں سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ ''وہ اپنی دعوت کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔'' چنانچہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ''تریاق القلوب'' کے صفحہ ۳۰ پر انہوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے۔ احادیث نبوی سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پر یقین رکھتا ہے اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے، مسلمان ہے۔ مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اور ان کے متبعین نے عملی طور پر بھی اس کا مظاہرہ کیا لیکن قادیانی گروپ کے موجد و پیشوا غالباً (مرزا بشیر الدین محمود) نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

بانی فرقہ احمدیہ نے یہ اعلان کر کے کہ ''حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔'' عقیدۂ ختم نبوت کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کیا ہے۔ مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے ان مقامات پر کیا ہے: ''نشانِ آسمانی'' ص ۲۸ ''شہادت القرآن'' ص ۲۷، اور ''انجام اتہام'' ص ۲۷۔ ہاں انہوں نے اپنے لئے لفظ نبی کو مجازاً استعمال کیا۔ مثلاً ان مقامات پر: ''ازالۂ اوہام'' ص ۳۴۹، ''حقیقۃ الوحی'' ص ۶۵ وغیرہ، لیکن مجاز و حقیقت میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کریم کا واضح ارشاد موجود ہے کہ پیغام محمدی کے ساتھ ساتھ دین اسلام کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔''

مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود کی جسمانی بعثت کے مخالف تھے۔ ان کے نزدیک روح مسیح ایک محدث و مجدد کے روپ میں آسکتی ہے۔ چنانچہ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح حضرت محمد ﷺ کے تیرہ سو سال بعد وہ تشریف لائے۔

اجتماعی زندگی کے لئے ہندوستان میں خطرناک سمجھتے ہیں تو ان کا یہ سمجھنا بجا درست ہے۔

(ص ۵،۱۴)

3 اسلام میں الحاد و بے دینی کی ایسی صورتیں شاذونادر ہی پیش آتی ہیں جو اسلام کی معتقداتی حدود پر اثر انداز ہوئی ہوں۔ اس لئے جب کبھی اس قسم کی باغیانہ صورت سامنے آتی ہے تو خاص طور پر مسلمانوں کے احساسات میں شدت ہو جاتی ہے اور شدید ردِ عمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہائیوں کے خلاف ایرانیوں کے احساسات کتنے شدید تھے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کے احساسات بھی قادیانیوں کے خلاف بے حد شدید ہیں۔ (ص ۱۱)

4 الحادِ عظیم کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب ایک مفکر و مصلح کی تعلیمات اسلامی معتقدات پر اثر انداز ہوتی ہیں، بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیمات کے سلسلے میں یہ سوال سامنے آتا ہے۔ (ص ۱۳)

5 بانی فرقۂ احمدیہ کا اپنی نبوت کے بارے میں پہلا استدلال یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا روحانی فیضان کسی امتی کو منصب نبوت پر فائز نہ کر سکے تو یہ اس فیضان کے نقص کی دلیل ہے ـــــ لیکن اگر استدلال کو قبول کرتے ہوئے یہ پوچھا جائے کہ کیا حضور ﷺ کا فیض

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۷:

''اس میں شک نہیں کہ حدیث و قرآن کی رُو سے یہ ثابت ہے کہ سلسلہ وحی بند ہو چکا ہے لیکن اس پیغمبرانہ وحی کا سلسلہ ضرور بند ہو گیا جس کو جبریل علیہ السلام لایا کرتے تھے اور جس کی ایک شرعی حیثیت تھی۔ لیکن دوسری وحی کا سلسلہ جاری ہے جس پر وہ نازل ہوتی ہے، اس کو اسلام میں محدّث کہا جاتا ہے اور مجدّد بھی جس کا ہر صدی کے شروع میں وعدہ کیا گیا ہے۔''

(محمد علی لاہوری: ''قادیانیوں کے متعلق سر محمد اقبال کا بیان'' (انگریزی) مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ء۔ ترجمہ اردو ملخصاً

نوٹ: پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اپنی تالیف ''شناخت مجدد'' مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء، میں مرزا غلام احمد کی مجددیت'' کا پوست کندہ تجزیہ کیا ہے۔ محققین کیلئے اس کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ (مسعود)

روحانی ایک سے زیادہ امتیوں کو منصب نبوت پر سرفراز کرسکتا ہے تو جواب ملے گا: ''نہیں!''
——اس کا تو یہی مطلب ہوا نا، کہ (**معاذاللہ**)

''محمد خاتم النبیین نہیں، میں خاتم النبیین ہوں''

اس طرح یہ مدعی نبوت اپنے اس محسن (ﷺ) کی ''خاتمیت'' کو خاموشی کے ساتھ چرا لے جاتا ہے۔ جس کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ اس کے کرم خاص سے ہی وہ نبی بنا ہے۔ (ص ۱۵)

6 بانی فرقۂ احمدیہ دوسرا استدلال یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ حضرت محمد ﷺ کا ''بروز'' ہیں۔ ان کی خاتمیت درحقیقت حضور ﷺ کی خاتمیت ہے۔ لیکن اس استدلال سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ سرے سے ''خاتمیت'' کے مفہوم و معنی سے ہی بے خبر تھے۔ (ص ۱۶)

7 تیسرا استدلال ہسپانوی صوفی شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ شیخ ابن عربی کے نزدیک ایک مسلمان امتی پیغمبرانہ مشاہدات و تجربات سے گزر سکتا ہے، تو یہ خیال میرے نزدیک نفسیاتی طور پر نا پختہ ہے۔ لیکن اگر صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ روحانی تجربات میں اس حد تک ترفع و بلندی صوفی کی شخصی کامیابی ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد ہرگز ہرگز وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ''جو مجھے نہ مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مردود و جہنمی ہے۔'' اس کو یہ بھی حق نہیں کہ امت محمدیہ میں ایک نئی امت کی داغ بیل ڈالے۔ ایک بات تو یہ واضح ہوئی، دوسری بات یہ بھی واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ ابنِ عربی کے نزدیک ایک سے زیادہ امتی پیغمبرانہ روحانی تجربات سے گزر سکتے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں بانی فرقۂ احمدیہ کے مسلک کے خلاف ہیں۔ (ص ۱۷)

8 شیخ ابنِ عربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' کے متعلقہ حصہ کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے اسی شدت کے ساتھ قائل تھے جیسے کوئی صحیح العقیدہ سنی ہوسکتا ہے۔

میرے خیال میں اگر شیخ ابن عربی کو کشف کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا کہ مشرق کے ایک ملک ہندوستان میں حضور ﷺ کی خاتمیت کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یقیناً وہ ہندوستانی علماء کو متنبہ فرما دیتے کہ وہ اس قسم کے باغیوں سے مسلمانانِ عالم کو خبردار کریں۔

(ص ۱۸)

9 بعض لوگ اس اہم معاملے میں رواداری کی بات کرتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت رواداری کے حقیقی معنی و مفہوم سے ناآشنا ہیں، اور اس لفظ کے استعمال میں نہایت ہی غیر محتاط ہیں۔ ان کو نہیں معلوم کہ حقیقی اور سچی رواداری ذہنی وسعت اور روحانی بالیدگی سے حاصل ہوتی ہے۔ ویسے کہنے کو،

★ ـــــ روادار تو فلسفی بھی ہے جو سارے مذاہب عالم کو سچا سمجھتا ہے،

★ ـــــ مورخ بھی روادار ہے جو یکساں طور پر سب کو جھوٹا سمجھتا ہے،

★ ـــــ سیاست دان بھی روادار ہے جو یکساں طور پر سب کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے،

★ ـــــ اور ایک خالی الذہن انسان جو ہر فکر و خیال سے مبرا ہے وہ بھی روادار ہے، ہر کسی کے افکار و خیالات کو سن لیتا ہے۔

★ ـــــ وہ کمزور انسان بھی روادار ہے جو اپنی بے حد کمزوری کی وجہ سے اس ذات ﷺ کی جناب میں گستاخیاں بھی برداشت کر لیتا ہے جس سے اس کو کمال تعلق خاطر ہے۔ مگر یہ ساری رواداریاں کوئی اخلاقی اہمیت نہیں رکھتیں۔ (ص ۶)

10 بات یہ ہے کہ برطانوی حکومت کو ہندوستان پر اپنا تسلط جمانا تھا اور اس کیلئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کیا جائے، اور ان کو ایک ایسے سانچے میں ڈھالا جائے جو حکومت برطانیہ کی مطلب برآری میں ممد و معاون ہوں۔ عقائد کو متزلزل کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ایک ایسی اساس دریافت کی جائے جس کا تعلق وحی والہام سے ہو۔ سو

یہ اساس بانی فرقۂ احمدیہ نے مہیا کردی ـــــ احمدی حضرات خود دعویٰ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کی انہوں نے یہ سب سے بڑی خدمت کی ہے۔ واقعی بڑی خدمت کی کہ اپنے ''اکتشافاتِ روحانی'' کے ذریعہ مسلمانانِ ہند کی نظر میں انگریزوں کی غلامی کو خوش نظر بنایا اور اس طرح مسلمانوں کیلئے مصائب وآلام کی راہ ہموار کی ـــــ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری سے انگریزوں، ہندوستانی قوم پرستوں اور قادیانیوں کو فکر لاحق ہوگئی، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان بیدار ہوگئے تو وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ وہ کبھی بھی محمد عربی ﷺ کی امت میں سے ایک نئی امت کی تشکیل نہ کرسکیں گے۔

(ص ۳، ۲۲، ۲۴)

11 ہمارے علماء نے اس تحریک کا مقابلہ کیا۔ مگر میرے نزدیک اس کیلئے مذہبی دلائل وبراہین کافی نہیں ـــــ ضرورت اس امر کی ہے کہ بانی فرقۂ احمدیہ کے ''اکتشافات روحانی'' کا بڑے محتاط طریقہ سے نفسیاتی تجزیہ کیا جائے جس سے بانی کی شخصیت کے بطون کو سمجھنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں مولوی منظور الٰہی کے اس مجموعے کی طرف توجہ دلاؤں گا جس میں انہوں نے بانی تحریک کے ''اکتشافات روحانی'' کو جمع کیا ہے۔ اس مجموعے میں نفسیاتی تحقیق کیلئے بہت سا مختلف النور مصالحہ مل سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جدید نفسیات کا کوئی طالب علم ایک نہ ایک دن ان اکتشافات کا مطالعہ کرکے بانی فرقۂ احمدیہ کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرے گا۔ (ص ۱۹)

12 بانیٔ تحریک کو سمجھنے کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کم از کم ۱۷۹۹ء سے مسلمانانِ ہند کے افکار وخیالات کے پس منظر میں ان کے افعال واقوال کا جائزہ لیا جائے کیونکہ اسی سال ٹیپو سلطان شہید ہوئے۔ ان کی شہادت گویا ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی امنگوں کی موت تھی۔ اسی سال جنگ **Nanarnes** لڑی گئی جس میں ترکی بحری بیڑہ تباہ ہوا۔

اس طرح ۱۷۹۹ء میں ایشیا کے اندر مسلمانوں کا سیاسی انحطاط اپنے شباب پر پہنچ گیا تھا، اور ظاہری طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس سال مسلمانوں کی سیاسی ذلت و خواری نے ''جدید اسلام اور اس کے مسائل'' کو جنم دیا اور مسلمانوں کے ذہنوں میں نئے نئے سوالات پیدا ہونے لگے مثلاً ہندوستان میں یہ سوالات سامنے آئے:

۱۔۔۔۔ کیا اسلام میں تصور خلافت کوئی دستوری حیثیت رکھتا ہے؟

۲۔۔۔۔ خلافت ترکیہ سے مسلمانانِ ہند اور مسلمانانِ عالم کہاں تک وابستہ ہیں؟

۳۔۔۔۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

۴۔۔۔۔ اسلام میں جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

۵۔۔۔۔ اس آیت قرآنی میں ''منکم'' (تم میں سے) سے کیا مراد ہے؟

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولی الامر ہو۔''

۶۔۔۔۔ مہدی کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان سوالات نے مسلمانانِ ہند میں جو اختلاف آراء پیدا کیا وہ ہندوستان میں تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہے۔۔۔۔ (ص ۲۰، ۲۱)

13 اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کسی قوم میں آثارِ حیات معدوم ہونے لگتے ہیں تو تنزل و انحطاط بجائے خود سرچشمۂ فکر و خیال بن جاتا ہے، اور پھر اس سے شعراء، فلاسفہ، صوفیا و سیاست داں سب ہی ایک ایسی جماعت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو ہر قبیح چیز کو جمیل بنا کر پیش کرتی ہے، اور رفتہ رفتہ شادابیٔ حیات ختم کر دیتی ہے اور قوم کی روحانیت پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ (ص ۲۵)

14 اس لئے میرے خیال میں وہ تمام کردار جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا تھا اسی دورِ انحطاط کا معصوم شکار تھے۔ ایران میں یہی سیاسی ڈرامہ کھیلا گیا۔ چنانچہ

روس نے ''بابیت'' کے ساتھ رواداری برتی اور بابیوں کو ''عشق آباد'' میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی دعوت دی ــــــ اسی طرح انگلستان میں احمدیوں کے ساتھ بھی رواداری برتی گئی اوران کو ووکنگ میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دی گئی ــــــ یہ دعوت و اجازت مخلصانہ تھی یا نہیں اس کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے، ہاں یہ نظر آتا ہے کہ اس رواداری نے ایشیاء میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے مختلف مسائل پیدا کردیئے۔ (ص ۲۶)

15 بہرکیف زمانہ بدل رہا ہے۔ ہندوستان میں حالات نے نئی کروٹ لی ہے، جمہوریت کی ایک نئی رو جو کہ ہندوستان میں آرہی ہے یقیناً احمدیوں کا پردۂ فریب چاک کردے گی۔ اوران کو یہ یقین ہوجائے گا کہ ان کی مذہبی اختراعات بالکل مہمل اور لایعنی تھیں۔ (ص ۲۷)

(۴)

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ ڈاکٹر محمد اقبالؔ مرحوم کے افکار وخیالات کا خلاصہ تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبالؔ عقیدۂ ختم نبوت پر بڑی سختی سے قائم تھے اور اس عقیدے کے منکر کو دائرۂ اسلام سے **خارج، باغی اور غدار** تصور فرماتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت جزو ایمان ہے، اس کیلئے جاں سپاری اور جاں بازی عین ایمان ہے۔ تحریک ختم نبوت کے زمانے میں سرفروشانِ لاہور نے یہ بھی کر دکھایا ــــــ پہلے عقل، عشق کے تابع تھی، اب عشق تابع عقل ہے۔ بلکہ عشق کے چراغ بجھ رہے ہیں کہ خرد کی بجلیوں نے نگاہیں خیرہ کردیں ــــــ پہلے جاگے ہوئے تھے، اب جبھی جاگتے ہیں جب جگائے جاتے ہیں، حالانکہ اسلام نام ہے بیداری کا، ہوشیاری کا وہ اس رب کریم کا عطا کردہ دین ہے جس کی صفت خاص یہ ہے کہ،

لاتاخذہ سنة ولانوم ــــــ ''نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔''

پہلے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کیلئے مر مٹنے کا حوصلہ تھا، اب وہ جذبہ ہی نہ رہا۔ نوجوانوں کی بات کر رہا ہوں، ادھیڑ عمر والوں اور بوڑھوں میں تو اب بھی یہ جذبہ موجود ہے۔ رفتہ رفتہ جاگنے والے اونگھنے لگے، اونگھنے والے سونے لگے، اور سونے والے موت کی نیند سو گئے ــــــ اغیار کے فکر و خیال میں ایسے گم ہوئے کہ آج یہ حدیث پاک اپنی پوری معنویت کے ساتھ سامنے آتی ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت کی تو وہ انہیں میں سے ہے۔''

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت تقریروں اور تحریروں سے نہیں ہوسکتی، اس کیلئے عزم صمیم کی ضرورت ہے ــــــ فکر و نظر میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ دورِ جدید نے ہم کو جو کچھ دیا ہے نگاہِ مصطفیٰ سے اس کو پرکھنے کی ضرورت ہے ــــــ اور پھر خس و خاشاک پھینک دینے کی ضرورت ہے ــــــ لیکن ہمارا حال اس مخبوط الحواس انسان کی مانند ہے جو کسی کی محبت کا دم بھرتا ہے، مگر جو بات کہتا ہے اور جو کام کرتا ہے اس میں محبت کی ذرہ برابر بُو نہیں آتی، سرکشی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

اللّٰہ اللّٰہ ! یہ وہ ملک ہے جس کیلئے ہم نے پروردگار عالم سے جھولیاں پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگیں تھیں۔ اور ایک عہد کیا تھا ــــــ یاد ہے! کیا دُعا مانگی تھی۔ کیا عہد کیا تھا؟ ــــــ یہ دعا مانگی تھی کہ،

★ ــــــ ''خدایا! اغیار کی غلامی سے ہم کو نجات دے،

★ ــــــ اور ایک زمین عطا فرما جہاں ہم سکون و چین سے زندگی بسر کرسکیں۔''

اور عہد کیا تھا کہ،

★ ــــــ ''اس زمین پر ہم تیرا اور تیرے حبیبِ کریم ﷺ کا نام روشن کریں گے،

★ —— تیری حکومت قائم کریں گے،

★ —— تیرے اور صرف تیرے غلام رہیں گے، کسی کی غلامی قبول نہ کریں گے،

★ —— صرف تیرا کہا مانیں گے۔''

۲۵ سال کا طویل عرصہ گزر چکا[1] لیکن جو کچھ ہو چکا یوں معلوم ہوتا ہے کہ سامنے ہو رہا ہو —— جامع مسجد، دہلی کے مشرقی دروازے کے سامنے ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ قائداعظم ہاتھ میں قرآن لئے کھڑے ہیں اور زور دے دے کر بار بار یہ فرما رہے ہیں۔

''پاکستان میں قرآن کی حکومت ہوگی، قرآن کی حکومت ہوگی۔''

اللہ اللہ! کانوں نے کیا سنا تھا اور آنکھوں نے کیا دیکھا —— نہ معلوم کیا کیا دیکھنا باقی ہے۔ خدا نہ دکھائے! عطائے نعمت کا یوں شکر ادا کیا کہ ہر وہ کام جس سے منعمِ حقیقی ناراض ہو، غضبناک ہو اور قہرناک ہو۔ حکومت کے معاملات تو اربابِ حکومت جانیں —— اپنے گھروں میں ہم نے کیا کچھ کیا۔ حکومت الٰہی کا آغاز تو گھر ہی سے ہوتا ہے —— اپنی ثقافت کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا، اپنے عشق وجنون کو اپنے ہاتھوں برباد کیا، مذہبی اور قومی غیرت وحمیت کو اپنے ہاتھوں نیست ونابود کیا اور اس طرح اپنی روح کو اپنے ہی ہاتھوں پامال کیا کہ ایک جسم بے جان رہ گیا۔

ے زندگی کیا ہے؟ عناصر کا ظہورِ ترکیب
موت کیا ہے؟ انہی اجزا کا پریشان ہونا

مسلمانوں کی قومی زندگی کے چند عناصر ہیں انہیں کی متوازن ترکیب سے قومی زندگی بنتی ہے۔ ان عناصر میں دو عنصر سب پر فوقیت رکھتے ہیں:

❶ محبت الٰہی اور ❷ محبت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم

---

(۱) یہ مقالہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا، اس وقت ۲۵ برس ہوئے تھے اب تو ۵۷ برس ہو چکے ہیں —— ناشر

علامہ اقبال اور ختم نبوت

پس خدابر ماشریعت ختم کرد بر رسولِ مارسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را او رسل را ختم کرد ما اقوام را
خدمت ساقی گری باما گذاشت داد مارا آخریں جامے کہ داشت
لانبی بعدی زاحسانِ خداست پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ ست
قوم راسرمایۂ قوت ازو حفظ سرّ وحدت ملت ازو

ترجمہ

☆ خدانے ہم پر شریعت ختم کی اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت ختم کی۔

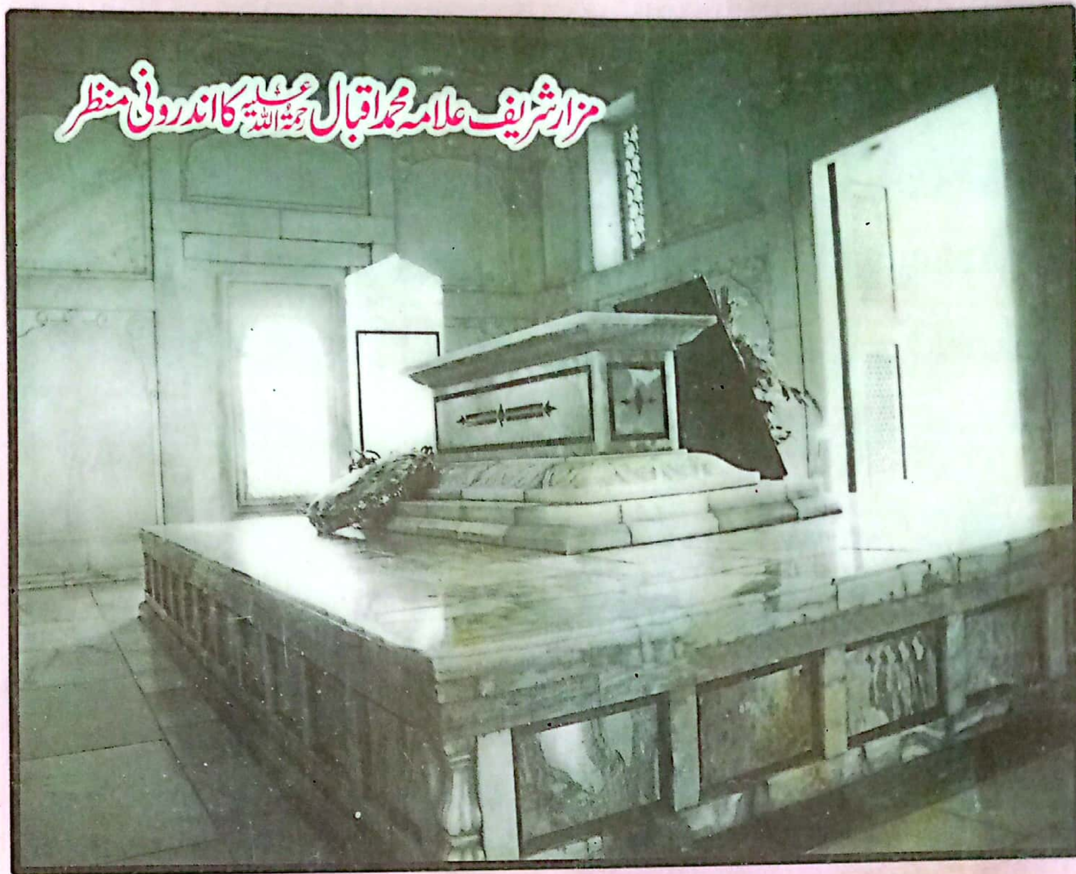
☆ ہمارے دم قدم سے جہان میں رونق ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ رسالت کو ختم کیا اور ہم نے امتوں کے سلسلہ کو ختم کیا۔

☆ ساقی گری کی خدمت اس نے ہمارے سپرد کی ،اور جو آخری جام تھا ہمیں دے دیا۔

☆ ''میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا'' (حدیث) ـــــ خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا بھرم قائم ہے۔

☆ اسی سے قوم کو قوت کی دولت ملی ،اور ملت کی یگانگت کا راز بھی یہی ہے۔

ماہنامہ ''ترجمانِ اہل سنت''، کراچی، ختم نبوت نمبر، شمارہ اگست ستمبر ۱۹۷۲ء



مزار شریف علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا اندرونی منظر



مزار شریف علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بیرونی منظر



مزار شریف علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا اندرونی منظر



مزار شریف علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بیرونی منظر